حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

اوران کے بیش قیمت اِفادات

مولانا عبیدانور شاہ قیصر (انڈیا)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک نادرۂ روزگار شخصیت تھے۔ ان کی ذاتِ گرامی ان صاحبِ کمال افراد میں سے تھی جن پر زمانہ رشک کرتا اور تاریخ فخر محسوس کرتی ہے۔ وہ ان اوصاف وکمالات کے جامع تھے جن کا اجتماع کسی ایک ذات میں شاذ ونادر ہوا کرتا ہے۔ صدیوں میں ان جیسی ہشت پہلو شخصیت پیدا ہوتی اور قرطاسِ عالم پر ایسے نقوش مرتسم کر جاتی ہے جو ہمیشہ تابندہ رہتے ہیں اور راہِ عمل کا ہر مسافر اُن کی روشنی میں اپنا سفر جاری رکھتا اور منزل کا نشان پاتا ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ساز شخصیت گراں مایہ اوصاف کا مجموعہ تھی۔ دستِ ازل نے ان پر خصوصی فیض رسانی کی تھی۔ وہ ذہانت وذکاوت، فکری استقامت، قوتِ ارادہ، جذبۂ عمل، ہمت وجواں مردی، وسعتِ نظر، اخلاص وللّٰہیت، انکساری وسادگی جیسے گلہائے رنگا رنگ کا حسین گلدستہ تھے۔ تعصب سے پاک، ہر بابصیرت شخص ان کے کمالات کا معترف اور علمی وفکری امتیازات کا قصیدہ خواں رہا ہے۔ ان کے افکار ونظریات نے ایک جہاں کو متأثر کیا اور حرکت وعمل کی قوت فراہم کی ہے۔ ان کے خوانِ بصیرت سے خوشہ چینی کرنے والوں نے انفرادی واجتماعی حیات میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور نہایت دوررَس، دیرپا اور مثبت اثرات مرتب کیے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد بصیرت سے علمِ کلام کے میدان میں جو زرّیں خدمات انجام دی ہیں وہ انتہائی اہمیت وعظمت کی حامل ہیں۔ علمِ کلام دراصل دو چیزوں: اثبات ونفی کا نام ہے، یعنی: فلسفیانہ اور عقلی گمراہیوں کی تردید ونفی اور عقائدِ اسلام کا اثبات۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ٹھوس انداز اور استدلال کی جدت وندرت کے ساتھ عقائدِ اسلامیہ کو دلائلِ عقلیہ سے مبرہن کیا اور عقلی وفکری شکوک وشبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔ صانع وخالق کی ضرورت، خدا کی وحدانیت، شرک کا بطلان، رسالت ونبوت، تخلیقِ انسان، فلسفۂ جرم وسزا، قیامت کی حقیقت وضرورت، وغیرہ جیسے سینکڑوں بنیادی مسائل پر نہایت مدلل اور مکمل گفتگو فرمائی ہے۔ امثال وشواہد، خارجی دلائل اور روزمرہ کے مشاہدات

ضروری ہے کہ پیدا کرنے والے میں وہ شئے اصلاً معدوم ہو جس کو وہ پیدا کر رہا ہے۔

اس فرق کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، مان لیں کہ آفتاب کسی روشن دان کے مقابل اور سامنے ہے، جب اس کی روشنی اور دھوپ روشن دان سے گزرے گی تو زمین پر روشن دان کی ایک نورانی شکل بن جائے گی، اب یہاں دو چیزیں ہیں: ایک دھوپ اور آفتاب کا نور، دوسرے روشن دان کی نورانی شکل۔ ہم دھوپ کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آفتاب سے صادر ہوئی ہے، مگر اس نورانی شکل کے بارے میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اس کا صدور آفتاب سے ہوا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ نورِ آفتاب کی طرح یہ شکل بھی اولاً آفتاب ہی کی صفت ہو، البتہ یہ کہنا درست ہے کہ یہ شکل آفتاب کے ذریعہ اور اس کے سبب پیدا ہوئی ہے، اس سے صدور اور خلق کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ بھلائیاں اور تمام حسنات خدا کی ذات سے صادر ہوئی ہیں اور برائیوں کا اس نے خلق فرمایا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ بری صورتیں، بری سیرتیں، بول و براز وغیرہ خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور مخلوقِ خدا ہیں (لیکن اس سے ذاتِ خدا میں کوئی برائی لازم نہیں آتی، کیوں کہ خلق ہے، صدور نہیں) اگر یہاں صدور کا اطلاق کیا جاتا تو ان اشیاء کی نسبت بھی خدا کی طرف نہیں کی جا سکتی تھی۔ حاصل کلام یہ کہ (خلق کے معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے) یہ بات کہنا بالکل درست ہے کہ شیطان اور اس کی جملہ صفاتِ خدا ہی کی مخلوق ہیں اور اس سے ذاتِ خداوندی میں خرابی لازم نہیں آتی۔"(۱۰)

مضمون میں ذکر کردہ افادات اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کلامی مسائل میں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی، انہوں نے حقائق شریعت کو منطقیت کی رداء اور معروضیت کی قبا پہنا کر بدیہیاتِ مسلمہ کے طور پر پیش کیا ہے، ان کا کلام روزمرہ کی مثالوں اور مشاہداتی دلیلوں پر مبنی، اغلاق و پیچیدگی سے خالی اور خطیبانہ پیچ وخم سے پاک ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی باتیں دل لگتی اور عقل کی کسوٹی پر کھری اُترتی ہیں۔ ان کا گلستانِ استدلال نو دمیدہ گل بوٹوں سے آراستہ ہے، جن کی زیبائش اور حسن ورعنائی میں ان کے ذہن کی تخلیقی صلاحیتیں جلوہ آراء ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ:

"مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو دینی علوم میں اجتہاد کا مقام حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمِ کلام اور معارفِ الٰہیہ میں دیدہ وری اور نکتہÉ کی غیر معمولی دولت سے نوازا تھا۔" (۱۱)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجتہدانہ شان پر حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ: "**ختامہٗ مسک**" کے طور پر ہدیۂ قارئین ہے:

’’آریوں نے جن کو حکومت وقت کی شہ مل گئی تھی اسلامی عقائد والٰہیات پر نیا حملہ شروع کر دیا اور عالم کے حدوث وقدوم، ذات وصفات، کلامِ الٰہی، حیات بعد الموت اور تعیین قبلہ اور حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عقلی اعتراضات کرنے شروع کیے، ان کے جواب میں نہ تو قدیم کلامی دلائل پورے طور پر کارگر تھے، نہ قدیم مقدمات اور قدیم اسلوب مؤثر تھا، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب کے لیے ایک نیا علم کلام تیار کر دیا، انہوں نے روزمرہ کی ہلکی پھلکی زبان میں چھوٹی چھوٹی مثالوں اور عام فہم دلیلوں میں بڑے بڑے علمی مسائل سمجھائے، اور بڑے بڑے مباحث کا فیصلہ کیا۔ ’’تقریر دلپذیر‘‘، ’’حجۃ الاسلام‘‘، ’’آبِ حیات‘‘ اور ’’قبلہ نما‘‘ ان کی ذہانت و سلامتِ فہم اور دقیقہ شناسی کا بہترین نمونہ ہیں۔‘‘(۱۲)

حوالہ جات

۱:.....تاریخ دار العلوم، مصنفہ سید محبوب رضوی مرحوم، ج:۱، ص:۱۳۳-۱۳۴۔
۲:.....حجۃ الاسلام: ص:۶-۷۔
۳:.....البقرۃ:۲۹۔
۴:.....المؤمنون:۱۱۵۔
۵:.....الذاریات:۵۶۔
۶:.....گفتگوئے مذہبی:۱۸۔ حجۃ الاسلام:۴۴-۴۵۔
۷:.....شوریٰ:۵۱۔
۸:.....انتصار الاسلام، ص:۱۲-۱۵۔
۹:.....انتصار الاسلام، ص:۱۶-۱۸۔
۱۰:.....انتصار الاسلام، ص:۱۸-۱۹۔
۱۱:..... پاجا سراغِ زندگی، مصنفہ: مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ، ص:۱۲۹۔
۱۲:..... پاجا سراغِ زندگی، مصنفہ: مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ، ص:۱۱۰-۱۱۱۔

www.banuri.edu.pk